چوہدری عبدالواحد صاحب گوندل

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

سورہ القلم میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کو مخاطب فرما کر کہا ہے۔
بے شک تمہارے اخلاق یقیناً اعلیٰ درجے کے ہیں۔

کوئی انسان جب اپنے شاہکار کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے کہ خالقِ حقیقی اپنی تخلیق کے شاہکار کی تعریف فرما رہے۔ یہ انتہائی پرلطف انداز ہے آیئے دیکھیں خلق کا کیا مطلب ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں الخلق ملکۃ نفسانیہ یسھل علی المتصف بھا الاتیان بالافعال الجمیلۃ : خلق نفس کی اس استعداد کو کہتے ہیں جس میں وہ پایا جائے، اس کے لیے بہترین افعال پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جائے۔ عظیم کا مطلب ہے بہت بڑا اور اعلیٰ حاوی ہونے کے لیے ہے۔

مطلب یہ بنتا ہے کہ اخلاقِ حمیدہ اور افعالِ پسندیدہ پر حضور کا قبضہ ہے جو کمالات پہلے انبیاء میں فرداً فرداً اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ تمام مجموعی طور پر آپؐ میں موجود تھے۔ ظاہری شکل و صورت اور سیرت و اخلاق دونوں اعتبار سے آپ میں تمام اوصاف تھے۔

حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا تھا آپ نے جواب میں فرمایا "کان خلقہ القرآن"۔ یعنی قرآن مجید میں جن اوصاف اور اچھے اخلاق و عادات کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے آپ کے اندر وہ درجۂ کمال تک تھے اور جن غلط و لغو باتوں اور برے کاموں سے روکا گیا ہے آپ ان سے بالکل پاک تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے (ابوحیان)

حضورؐ کا ارشاد ہے ادّبنی ربی تادیباً حسنا مجھے اللہ تعالیٰ نے اچھا ادب واخلاق سکھایا ہے۔ جس شاگرد کے استاد خود باری تعالیٰ ہوں اس کی شان کے کیا کہنے اور اس کی حسن تربیت۔ ادب وعلم کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے ظاہر ہے جس قدر استاد بلند پایہ ہوگا شاگرد کا مرتبہ ومقام بھی اس کے مطابق ہوگا حسنِ اخلاق میں مزاج کی نرمی کو ایک خاص مقام حاصل ہے آپ کا مزاج بے حد نرم تھا بڑی بردباری تھی۔ بڑے ہی تحمل کے مالک تھے۔ لوگوں کے درشت اور کرخت رویہ کے مقابلہ میں انتہائی صبر وتحمل سے کام لیتے تھے۔ آپؐ خود بھی بڑے نرم خو تھے اور امت کو اس کی تلقین بھی بڑے دلنشین پیرایہ میں کی ہے فرمایا ان اللہ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق ملا یعطی علی العنف وما لا یعطی علی ماسواہ

(مسلم بروایت عائشہؓ)

اللہ تعالیٰ نرم خو مہربان ہے اور نرم خوئی اس کو محبوب ہے اور اس رویہ پر وہ کچھ دیتا ہے جو سخت رویہ پر نہیں دیتا اور وہ چیز نہیں دیتا سوائے نرمی کے

ایک حدیث میں فرمایا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ

جو نرمی سے محروم ہوا وہ ہر طرح کی بھلائی سے تہی دامن ہوگیا۔

ایک حدیث میں الفاظ یہ ہیں من اعطی حظہ من الرفق اعطی حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ ومن حرم حظہ من الرفق حرم حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ

بروایت حضرت عائشہؓ بحوالہ مشکوٰۃ

جس شخص کو نرمی کا حصہ دیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا حصہ دیا گیا۔ جو شخص نرم خوئی سے محروم کردیا گیا گویا کہ وہ دنیا وآخرت کی بھلائی سے محروم کردیا گیا۔

یحرم النار علی کل ھین لین قریب سھل ۔ ترمذی بروایت عبداللہ بن مسعود

ہر آہستہ مزاج۔ نرم طبیعت۔ لوگوں کے نزدیک ہونے والے اور نرم خو پر آگ حرام کردی گئی ہے۔

المؤمنون ھینون کالجمل الانف ان قید انقاد وان انیخ علی صخرۃ استناخ

مومن بردبار نرم خو ہوتے ہیں جیسے مہاردار اونٹ اگر کھینچا جائے تو آگے آجائے اور اگر پتھر پر بٹھایا جائے تو وہاں ہی بیٹھ جائے حضور نے کبھی بھی درشتی

اور سختی کو اختیار نہیں کیا امت کو بھی آپ کی تلقین یہی ہے کہ لوگوں کے لیے آسانی کریں مشکلات پیدا نہ کریں۔ لوگوں کو خوش خبری دیں۔ نفرت کے بیج نہ بوئیں خوف و ہراس نہ پھیلائیں۔

آپ کا فرمان ہے یسروا ولا تعسروا

آسانی کرو لوگوں کے لیے مصیبت نہ بناؤ مشکل نہ بناؤ

بشروا ولا تنفروا

لوگوں کو بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔

آپ نے ہمیشہ آسان کو اختیار کیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو دو جائز کاموں میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا

ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین قط الا اخذ ایسرھما مالم یکن اثماً

جب بھی دو کاموں میں سے ایک کو کرنے کا آپ کو اختیار دیا گیا تو آپ نے آسان کام کو کیا اگر وہ گناہ نہ تھا۔

چنانچہ آپ نے فرمایا ہے ھلک المتنطعون۔ حد سے گزرنے والے مبالغہ اور سختی کرنے والے ہلاک ہو گئے۔

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس صفت کی یوں تعریف کی ہے

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک

اور آپ کا حسن خلق اللہ تعالیٰ کے خاص احسان و رحمت کا نتیجہ تھا (قرطبی)

خدا کی رحمت کے باعث تو ان پر نرم دل ہے اور اگر تو بدزبان سخت دل ہوتا تو یہ سب تیرے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے یعنی حضور کا حسنِ خلق مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی وجہ بنا مومنوں کے لیے آپؐ بڑی ہی شفقت کرنے والے تھے اور انتہائی مہربان تھے حضرت ابو امامہؓ باہلی کا ہاتھ پکڑ کر آپؐ نے فرمایا اے ابو امامہ بعض مومن وہ ہیں جن کے لیے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس طرح تعریف کی ہے

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم التوبہ نمبر ۱۲۸

لوگو تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے اور ان کو تمہاری بہبود کا ہوکا ہے اور مسلمانوں پر وہ نہایت شفیق اور

مہربان ہیں فظاً سے مراد یہاں سخت کلام ہے کیونکہ اس کے بعد غلیظ القلب کا لفظ ہے یعنی سخت دل۔ نبی صلعم عام طور پر زبان بھی بڑی نرم استعمال کرتے تھے تشدد والے سخت لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے تھے اور دل کی نرمی نے مسلمانوں کو آپ کا والا و شیدا بنا دیا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو فرماتے ہیں میں رسول اکرم کی صفتوں کو اگلی کتابوں میں بھی پاتا ہوں کہ آپ سخت کلام۔ سخت دل، بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے لینے والے نہیں بلکہ درگزر کرنے والے اور معافی دینے والے ہیں۔

امام ترمذی نے ایک غریب حدیث میں حضورؐ کا فرمان اس طرح بیان کیا ہے لوگوں کی خیر خواہی، ان کی دلجوئی، آؤ بھگت، ان سے چشم پوشی کرنے کا مجھے خدا تعالیٰ کی جانب سے اسی طرح حکم دیا گیا ہے جس طرح فرائض کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلعم نے کسی سوال کے جواب میں "نہیں" کبھی نہیں کہا (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جنت کے اندر سب سے زیادہ تعداد میں لوگوں کو لے جانے والی چیز تقویٰ اور حسنِ اخلاق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے خود سنا حضورؐ فرما رہے تھے مومن حسن اخلاق کی وجہ سے قائم اللیل (رات کو ہمیشہ قیام کرنے والا) اور صائم النہار (دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے والا) کا درجہ پا لیتا ہے (ابو داؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضورؐ سے بیان کرتی ہیں۔

ان الرفق لایکون فی شیئ الا زانہ ولا ینزع من شیئ الا شانہ (مسلم)

نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے الگ کر لی جاتی ہے۔ اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ نرمی اور نرم روی احکام الٰہی کی خلاف ورزی کے معاملہ میں نہ تھی یہ عام طور پر حضورؐ نبی صلعم کے ذاتی حق سے متعلق ہے لیکن خدا کے معاملہ میں آپ اس سختی سے کام لیتے تھے جس کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

حضورؐ کو کفار و مشرکین نے بہت ستایا۔ ہر طرح کی تکالیف دیں۔ بدسلوکی کی انتہا کر دی لیکن آپ ان کے اس برے سلوک سے دل برداشتہ ہو کر نہ خاموش ہی ہوئے نہ کنارہ کشی اختیار کی۔ جوابی طور پر بدسلوکی پر بھی نہیں اترے حالانکہ آپ کے مخالفین عداوت میں بالکل اندھے

ہو چکے تھے آپ نے کسی سے بھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔ بائیس سال تک مسلسل جن لوگوں نے آپ کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی جب وہ سب کے قبضہ میں تھے اور بے قرار تھے کہ ہمارے سرتن سے اب جدا ہونے والے ہیں آپ نے فرما دیا جاؤ تم آزاد ہو تم کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا انسانی تاریخ میں نرم خوئی کی اس جیسی کوئی دوسری مثال موجود نہیں کہ اس قدر بڑی تعداد میں دشمنوں کو معاف کر دیا جائے اس عفوِ عام کے اثرات بھی بے مثال ہوئے فتح مکہ کے اس موقع پر چار ہزار کفار مسلمان ہوئے۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں آپ نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا کسی مرد پر بھی جہاد فی سبیل اللہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

حضرت انس رض بن مالک فرماتے ہیں میں نے دس سال رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت کی لیکن ایک دن بھی آپ نے مجھے اف تک نہیں کہا بعض دفعہ کسی کرنے والے کام کو میں نے نہ کیا یا نہ کرنے والا کر دیا ڈانٹ ڈپٹ تو درکنار آپ نے کبھی یہ تک نہ فرمایا" لم فعلتہ ھٰذا" تو نے ایسا کیوں کیا؟

امام ترمذی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسولِ خدا نے کبھی اپنے خادم کو سخت آواز سے جھڑکا نہیں اور بدلہ لینے کے لیے کسی کو ایذا نہیں دی

صحاح میں روایت ہے کہ آپ نے کبھی مجلس میں اصحاب کے سامنے پاؤں مبارک نہیں پھیلائے۔ آپ کی ملاقات کے لیے جب کوئی آتا تھا تو جب تک وہ بیٹھا رہتا آپ اٹھتے نہیں تھے جب بھی آپ ﷺ کو کوئی پکارتا۔ یا رسول کہہ کر بلاتا آواز دیتا آپ ﷺ جواب میں لبیک کا لفظ فرمایا کرتے تھے۔

آپ اپنے آپ کو ساتھیوں کے برابر سطح پر رکھنے کا عام طور پر اہتمام وخیال کرتے تھے۔ یہ بات اَن گنت واقعات سے ثابت ہوتی ہے۔ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں جس کو امام طبری نے نقل کیا ہے ایک سفر میں حضرت ﷺ نے اصحاب رض سے فرمایا آج ایک بکری کے کباب بنانا چاہتا ہوں سب نے عرض کی بہت بہتر۔ ہر ایک صحابی نے ایک ایک کام اپنے ذمے لے لیا۔ ایک نے بکری ذبح کی۔ دوسرے نے کھال اتاری تیسرے نے گوشت بنایا۔ ایک نے قیمہ بنایا۔ ایک نے اس کو پکانا اپنے ذمے لے لیا سب لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہو گئے آپ خاموشی سے گئے اور جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا اکٹھا کر کے لے آئے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے یہ تکلیف کیوں کی یہ بھی

ہم میں سے کوئی کر لیتا آپ نے فرمایا حق تعالیٰ اس بات کو مکروہ جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے دوستوں میں ممتاز ہو کر بیٹھے اور دوستوں میں شریک نہ ہو۔ آقا اور خادم میں فرق کرنے کے لیے ہجرت کے بعد مدینہ پاک میں داخل ہوتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی نے ایک چادر سے آپ پر سایہ کر دیا کیونکہ خادم و مخدوم میں برابری کی وجہ سے لوگوں کے لیے حضورؐ کو شناخت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی رسول اکرم کو جہاں چاہتی اپنے کام کے لیے لے جاتی آپ انکار نہیں کرتے تھے اور اس کا کام کر دیتے تھے۔
نماز فجر کے بعد کئی غلام اور لونڈیاں برکت کے لیے آپ کا ہاتھ مبارک پانی میں ڈلوانے کے لیے جمع ہو جاتے تھے آپ کسی کو بھی مایوس نہ کرتے تھے سب برتنوں میں ہاتھ ڈالتے جاتے تھے۔ سردیوں میں آپ کو تکلیف بھی ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود کسی کی دل شکنی نہ کرتے تھے۔
حضرت انسؓ بن مالک کے ایک بھائی نے ایک چڑیا پالی ہوئی تھی جس کو عربی میں نغیر کہتے ہیں۔ اتفاق سے وہ چڑیا مر گئی۔ رسولؐ اکرم اس کے گھر گئے گویا یہ تشریف لے جانا تعزیت تھا۔ آپ نے فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابا عمیر تمہاری چڑیا نے کیا گل کھلایا۔ یہ خوش طبعی کے لیے تھا کہ بچہ سن کر خوش ہو اور رنج ختم ہو۔ آپ کی خوش خلقی اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی ان کی خوشی کی بات کرتے تھے اور ان کو اسلام کیا کرتے تھے۔

رسولؐ اکرم نے فرمایا ہے ایمان والا آدمی نیک اخلاق کی وجہ سے صائم الدھر اور قائم اللیل کے درجہ کو پہنچے گا

ایک حدیث میں ہے کہ جب آیت "خذ العفو" نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے حضرت جبرئیلؑ سے اس کی تفسیر پوچھی انہوں نے فرمایا

اوتیت بمکارم الاخلاق ان تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتعفو عمن ظلمک (فتح العزیز)

یعنی یہ آیت آپ کو بہترین اخلاق کی تعلیم دیتی ہے یہ کہ آپ اس سے ملیں جو آپ سے کٹتا ہے اور جو آپ کو دیتا نہیں آپ کو محروم رکھتا ہے اس کو دیں اور جو آپ پر ظلم کرتا ہے اس کو معاف کر دیں۔ یقیناً رسولؐ اکرم نے ان سب مرتبوں کو انتہا کے درجہ تک پہنچایا تھا۔

اس کمال تک کہ کسی اور انسان کے لیے ایسا کرنا ناممکن ہے۔ دشمنوں سے آپ کا حسن اخلاق مثالی تھا۔ دشمنوں سے بھی آپ نے انتہائی نرمی اور حسن اخلاق کا برتاؤ کیا تھا۔ انسانی تاریخ اس کی مثال سے خالی ہے جنگِ احد میں کفارِ مکہ نے آپ کے چچا حمزہؓ کو نہ صرف شہید کیا بلکہ ان کا جگر نکالا چبا کر پھینکا۔ لاش مبارک کا مثلہ کر دیا گیا۔ ان کے علاوہ دوسرے ستر صحابہ کرام کی شہادت کے بعد ان کے کان ناک کاٹ ڈالے گئے خود حضورؐ کو زخمی کیا گیا دانت مبارک شہید کر دیئے گئے اس قدر زخمی کیا گیا کہ آپ کے خون سے جوتا پاؤں سے چپک گیا صحابہ کرام اس وقت سخت پریشان اور بے چین تھے آپؐ سے درخواست کی گئی کہ کفار کے لیے بددعا کی جائے آپ نے فرمایا مجھے بددعا کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ میں رحمت و ہدایت کے لیے آیا ہوں اور ساتھ ہی یہ دعا فرمائی

اللھم اغفر لقومی و اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے اور ان کی سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی فرما دے یقیناً ان کو علم نہیں ہے۔

ابن حبان۔ طبرانی۔ حاکم اور امام بیہقی نے معتبر سند سے ایک یہودی عالم کا واقعہ بیان کیا ہے اس کا نام زید بن سعنہ تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے پہلی کتابوں میں نبی صلعم کی تعریف پڑھی ہوئی تھی آپ کی مدینہ آمد کے بعد میں نے تمام اوصاف کے متعلق اندازہ و یقین کر لیا تھا کہ وہ آپ میں موجود ہیں لیکن دو صفات کا حال معلوم نہ تھا ایک یہ کہ غصہ پر آپ کا حلم غالب ہو دوسرا یہ کہ سخت بات سننے پر غصہ نہ آئے بلکہ نرمی اور زیادہ ہو جائے یہ دونوں باتیں کیسے آزمائی جائیں اس کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ کافی مدت انتظار کرتا رہا لیکن بات نہ بنی اتفاق سے آپ نے ایک دفعہ مجھ سے خرمے ادھار لیے اور رقم کی ادائیگی کے لیے ایک مدت مقرر ہوئی۔ میں اس مدت کے پورے ہونے سے دو تین دن پہلے ہی آپ کے پاس گیا اور قرض کی ادائیگی کا تقاضا شروع کر دیا۔ سخت تقاضا کے باوجود آپ خاموش رہے اور اتنی بات بھی نہ کہی کہ ابھی مدتِ ادائیگی کے وعدہ کا دن نہیں آیا تم ایسا تقاضا کیوں کر رہے ہو۔ میں نے اور بھی سخت تقاضا کیا اور میں نے دیکھا کہ آپ کے بہت سے صحابی جمع ہیں۔ اس وجہ سے اور بھی سخت باتیں کیں کہ شائد ان سخت باتوں کی وجہ سے آپ کو غصہ آ جائے اور کوئی سخت بات مجھ سے کہیں لیکن پھر بھی آپ کو غصہ نہ آیا۔ یہاں تک میں نے یہ بھی کہا کہ تمہارے

خاندان میں اس طرح ہی قرض آسانی سے کبھی وصول نہیں کیا اس کو سننے سے حضرت عمرؓ کو غصہ آیا لیکن حضورؐ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ میں آگے بڑھا اور حضور کا کرتا اور چادر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔ بڑے غصے والی آنکھوں سے آپ کی طرف دیکھا اور کہا ابھی اٹھو اور میرا قرض ادا کرو۔ حضور اٹھ کھڑے ہوئے لیکن حضرت عمرؓ بے قرار ہو کر تلوار لے کر میرے سر پر آ پہنچے اور یوں گویا ہوئے اے خدا کے دشمن! تو باز نہیں آتا۔ ابھی تیرا سر اڑائے دیتا ہوں نبی صلعم مسکرائے۔ عمرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی تم کو چاہیئے تھا کہ مجھ کو سمجھاتے کہ اس کا قرض اچھی طرح آرام سے ادا کرو اور اس کو یہ کہتے کہ آہستگی سے تقاضا کرے یہ کیا بات ہے جو تم کر رہے ہو؟ حضرت عمرؓ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس سے زیادہ مجھ میں سہار اور برداشت نہیں ہے آپ اجازت دیں تو میں اس کا قرض ادا کر دوں آپ نے فرمایا جاؤ اس کا جتنا قرض ہے ادا کر دو اور بیس صاع زیادہ دینا یہ تمہاری بدسلوکی اور سخت گوئی کا عوض ہو جائے گا۔

وہ یہودی عالم کہتا ہے کہ میں یہ بات سن کر ایمان لایا اور آپ کی رسالت کا قائل ہو گیا۔

حضرت ابوھریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرمؐ ہمارے پاس بیٹھے ہوئے کچھ باتیں کر رہے تھے آپ وہاں سے اٹھ کر گھر تشریف لے جانے لگے میں بھی ساتھ ہو لیا راستہ میں ایک بدو ملا۔ آپؐ کی چادر اس نے آپؐ کے سر سے زور سے کھینچی یہاں تک کہ آپؐ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی اور قریب تھا کہ آپ کا سر دیوار سے جا لگتا۔ آپ اس بدو کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تیرا کیا مطلب ہے؟ تم کیا چاہتے ہو کہو؟ اس نے جواب میں کہا کہ یہ میرے دونوں اونٹ غلے سے بھر دو اس لیے کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ مال خدا کا ہے تیرا یا تیرے باپ کا نہیں آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ یہ مال واقعی حق تعالے کا مال ہے میرا اور میرے باپ کا نہیں لیکن یہ جو تم نے میری چادر زور سے کھینچی اور مجھ کو رنج پہنچایا یہ تو میرا حق ہے اس کا میں عوض (بدلہ) لوں گا۔ اس نے کہا میں ہرگز اس کا عوض نہیں دوں گا آپ بار بار یہ کلمہ دہرائے جاتے تھے اور خوشی سے مسکراتے جاتے تھے اور وہ بدو انکار کرتا جاتا تھا جب اس گفتگو میں تھوڑی دیر گزر گئی تب آپ نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا کہ اس کے ایک اونٹ پر کھجوریں اور دوسرے پر جو لاد کر اس کے حوالہ کر دو

(ابوداؤد)

علماء محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا سلوک اپنے زمانہ کے منافقین سے اس قدر نرم اور بہتر تھا کہ ہرگز کوئی آدمی اپنے دشمنوں سے ایسے سلوک کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

آپ کے اسمائے مبارکہ محمدؐ اور احمدؐ

بعض حضرات کمال لاپرواہی سے کہہ دیتے ہیں "نام میں کیا دھرا ہے"۔

یہ بات درست نہیں نام میں بہت کچھ دھرا ہے اس لیے نبی صلعم نے بچوں کے اچھے نام رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

نبی صلعم اسم بامسمیٰ تھے، آپ کے اوصاف اور خوبیاں آپ کے اسم گرامی کے عین مطابق تھیں۔

رسول اکرمؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا۔ سرداران قریش نے کہا تھا کہ مروجہ نام چھوڑ کر آپ نے یہ نام کیوں رکھا ہے انہوں نے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کے شایانِ شان قرار پائے
آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر آپ کا نام احمد رکھا
لفظ محمدؐ، حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے اسم محمدؐ سے حمد کی کثرت و کمیت ظاہر ہوتی ہے۔

لفظ احمدؐ بھی حمد سے ہے اور یہ واقع علی المفعول ہے اسم احمدؐ سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے یہ نام اپنے نام سے مشتق کیا رب العرش محمود ہے اور حضورؐ محمدؐ ہیں۔ نبی صلعم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ آپ کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے آپ کے مقام شفاعت کا نام "مقام محمود" ہے۔ امت محمدیہ کا نام "حمّادون" ہے اور حضور کے جھنڈے کا نام لواءِ محمد ہے (مظہری)

محمدؐ سے وہ شخص مراد ہے جس کے اندر خصائلِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ کثرت سے موجود ہوں یعنی وہ اچھی عادات اور بہترین اخلاق و اوصاف کا مجموعہ ہو۔ احمدؐ افعل التفضیل کا صیغہ ہے مبالغہ فاعل بھی ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ دوسروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والا اور مبالغہ مفعول بھی یعنی وہ ہستی جس کے

اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ آپ کی تعریف کی گئی (لغات القرآن)

علامہ حافظ امام قیمؒ زاد المعاد میں فرماتے ہیں۔

محمدؐ اور احمدؐ دونوں حمد سے مشتق ہیں، بہرصورت معنوی طور پر آپ کا نام محمدؐ ہی ہے فرق اتنا ہے کہ محمدؐ کا لفظ حمد کے کثیر خصائل کی حامل ہستی پر بولا جاتا ہے اور احمد کا مطلب دوسرے سے زیادہ حمد کا سزاوار ہوتا ہے اس لیے محمدؐ کثرت وکمیت (محمد) اور احمد صفت وکیفیت (احمد) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

الحاصل آنحضرت دوسروں سے زیادہ حمد کے سزاوار اور دوسروں سے زیادہ افضلیت کے حامل ہیں۔ آج تک انسان نے نبی صلعم سے زیادہ کسی (انسان) کی حمد نہیں کی۔ یہ دونوں آپ کے نام ہیں۔ مدح اور معنی کے لحاظ سے یہ دونوں نام سب سے زیادہ بلیغ اور کامل ہیں اور اگر اس کا مفہوم فاعل کا لیا جائے تو پھر آپ کا نام حمّاد ہوگا کیونکہ آپ نے تمام مخلوق سے زیادہ اپنے پروردگار کی حمد کی ہے اس لیے کثرتِ حمد باری تعالیٰ کی وجہ سے آپ کو احمد کہا جائے تو پھر آپؐ کا نام حماد زیادہ موزوں ہے جس طرح آپ کی امت کا بھی یہی نام ہے (حمادون) مذکور ہے۔

یہ دونوں نام آپؐ کے اخلاق و اوصافِ حمیدہ کے مظہر ہیں اس وجہ سے آپ محمدؐ اور احمد دونوں اسمائے مبارکہ کے مستحق ہیں زمین و آسمان اور دنیا و آخرت کی تمام مخلوق آپ کے اوصاف حمیدہ کے باعث آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہے یہ اوصاف و خصائل اتنے ہیں کہ ان کی تعداد حساب و شمار سے باہر ہے۔

حضور کے اعلیٰ اخلاق کا اعتراف کرنے والے

اس ضمن میں میں نے غیر مسلموں یا ان مسلمانوں کی رائے کا ذکر کیا ہے جو اس وقت ابھی ایمان نہیں لائے تھے

نمبرا **زید بن حارثہ** ۱۔ حضرت زیدؓ ابھی بالکل کم عمر تھے کہ ان کی والدہ ان کو لے کر ننھیال جا رہی تھیں راستہ میں قافلہ پر ڈاکہ پڑا۔ زید غلام بنا لیے گئے۔ رمیلہ منڈی سے حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کو تحفتاً دے دیا۔ انہوں نے حضورؐ کو دے دیا۔ چند سال کے بعد یمن سے حضرت زید کے والد اور چچا ان کو رہا کرانے کے لیے مکہ آئے

حضورؐ سے ملے۔ معاوضہ کی پیشکش کی۔ آپؐ نے جواب دیا کہ بچہ سے دریافت کر لیتے ہیں اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تم سے کچھ بھی قبول نہ کروں گا۔ اور زید کو تمہارے حوالہ کر دوں گا۔ اگر اس نے انکار کیا تو میں ایسا آدمی نہیں کہ جو میرے ساتھ رہنا چاہتا ہو میں اس کو زبردستی الگ کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا آپ نے تو انصاف سے بھی بڑھ کر بات کی ہے زید بلائے گئے۔ حضورؐ نے سوال کیا کیا تم ان کو پہنچانتے ہو زید نے جواب دیا ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضور نے زید کو مخاطب کر کے فرمایا یہ تم کو لینے آئے ہیں اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو تم کو اجازت ہے تم جا سکتے ہو حضرت زید نے جواب دیا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں ان کے ساتھ نہیں جانا چاہتا اس کے والد اور چچا حیران و پریشان ہوئے۔ ان کو بہت کچھ کہا۔ سمجھایا لیکن وہ صاف انکار کرتے رہے ان سے رہا نہ گیا کہنے لگے بچے تو اپنی آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہا ہے عجیب بات ہے۔

جواب:۔ میں دنیا کے بہترین انسان کے پاس بہترین شہر میں رہ رہا ہوں۔ ان کو چھوڑ کر ہرگز تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

نمبر ۲ میسرہ:۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے ان کو انہوں نے پہلے تجارتی سفر میں حضورؐ کے ساتھ بھیجا تھا تمام سفر میں یہ غلام آپؐ کے ساتھ رہے واپس آئے تو نبی صلعم کے اوصافِ حمیدہ کی تفصیل ان کو سنائی حضرتِ خدیجہ نے خود درخواست کر کے آپؐ سے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے پہلے آپ بڑے بڑے سرداروں کے پیغام رد کر چکی تھیں۔

نمبر ۳۔ حضور کی تحریک و توجہ دلانے پر بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم نے ایک انجمن قائم کی جس کے مقاصد یہ تھے، بد امنی کو روکنا، مسافروں کی حفاظت، غرباء کی امداد زبردستوں کو کمزور لوگوں پر ظلم کرنے سے روکنا۔ یہ انجمن ایک طرح سے آپ کے اوصاف کا اعتراف تھا۔

نمبر ۴ حجرِ اسود کی تنصیب:۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت آپ کی عمر ۳۵ سال تھی حجرِ اسود کو لگانے پر قبائل کا جھگڑا ہوا۔ ابوامیہ بن مغیرہ جو اس وقت قریش میں سب سے بڑی عمر کے تھے نے فیصلہ دیا کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے اس کے فیصلے کو ثالثی مان لیا جائے۔ اگلی صبح نبی صلعم سب سے پہلے حرم میں آئے تو نعرے لگے ھذا الامین رضینا

جب واپس آیا تو شہر سے کافی فاصلہ پر استقبال کے لیے آئے ہوئے لوگوں نے حضور کے دعویٰ نبوت کا ذکر کیا۔ آپ بالکل خاموش رہے۔ مکہ شہر میں ابھی داخل نہیں ہوئے تھے کہ ابوجہل بھی استقبال کے لیے آیا۔ ملاقات کے بعد اس نے آپ کے اعلانِ نبوت کا تذکرہ کیا آپ خاموش رہے تو اس نے دوبارہ ذکر کرکے آپ کی رائے باصرار معلوم کرنا چاہی آپ نے فرمایا ان قال فقد صدق

اگر انہوں نے ایسے کہا ہے تو سچ کہا ہے۔

نمبر۴ کوہِ صفا پر اعتراف:۔ نبی صلعم کو جب سرعام تبلیغ کرنے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تعمیل میں مکہ کے رواج کے مطابق کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارا جب تمام جمع ہو گئے تو فرمایا مجھے بتاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو؟

سب نے ایک آواز سے جواب دیا۔ ہم نے کوئی غلط اور بیہودہ بات کے منہ سے نہیں سنی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ آپ صادق اور امین ہیں۔

اس اعتراف کو مزید پختہ کرنے کے لیے حضور نے فرمایا میں پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے اس طرف بھی دیکھ رہا ہوں اور اس طرف بھی اگر میں یہ کہوں کہ ڈاکوؤں کا ایک مسلح گروہ دور سے نظر آ رہا ہے۔ جو کہ تم پر حملہ کرنے والا ہے کیا تم اس کا یقین کر لوگے؟"

امین آگیا ہم اس کے فیصلے پر راضی ہیں۔

نمبر۵ حضرت خدیجہؓ کی گواہی:۔ حضرت جبریلؑ علیہ السلام کی نبی صلعم سے غارِ حرا میں پہلی ملاقات ہوئی آپ پریشان ہوئے۔ گھر آکر لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہ کو ماجرا سنا کر کہا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ حضرت خدیجہ نے فرمایا۔

نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقرباء پر شفقت فرماتے ہیں بہ سچ بولتے ہیں۔ بیواؤں۔ یتیموں، بے کسوں کی مدد کرتے ہیں مہمان نواز ہیں مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں خدا آپ کو کبھی غمگین نہیں کرے گا

نمبر۶ حضرت صدیق اکبرؓ کی گواہی:۔ نبی صلعم نے جب اعلان نبوت کیا اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ تجارت کے سلسلہ میں باہر شام گئے ہوئے تھے مکہ کے لوگ اپنے تجارتی قافلوں کا کافی دور شہر سے باہر آکر استقبال کرتے تھے آپ کا قافلہ

لوگوں نے کہا بے شک! کیونکہ ہمارے پاس آپ جیسے راست باز انسان کو جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔

یہ تمام مکہ والوں کا آپ کے حسنِ خلق اور صداقت کا اجتماعی اعتراف تھا۔

نمبر ۸ **ولید بن مغیرہ**: آپؐ کے مقابلہ کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا سربراہ ابولہب کو بنایا گیا۔ اس کے اجلاس میں اس بات پر مشورہ ہو رہا تھا۔ حج کے دن قریب ہیں باہر سے آنے والے لوگوں کو آپ کے متعلق کیا بتایا جائے کہ آپ کیا ہیں اس اجلاس میں دوران گفتگو مغیرہ نے اعتراف کیا

آپؐ کاہن نہیں کہاں کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمدؐ کا کلام

آپؐ دیوانے بھی نہیں۔ آپ کو دیوانگی سے کیا نسبت؟

آپؐ شاعر بھی نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے اصنافِ سخن بخوبی ہم کو معلوم ہیں۔ محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا بھی مشابہت نہیں۔

آپؐ جادوگر بھی نہیں وہ جس لطافت اور نفاست سے رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی صورتیں منحوس اور عادتیں نجس ہوتی ہیں۔

یہ ولید بن مغیرہ کا اعتراف تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں ابوجہل کے زچ کرنے پر اس نے کہہ دیا اِن ھذا الا سحر یؤثر ان ھذا الا قول البشر (المدثر)

یہ ایک طرح کا جادو اور انسانی کلام ہے۔

نمبر ۹ **ابو سفیان صخر بن حرب شاہ روم کے دربار میں**۔

رسولؐ اکرم نے مختلف بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی اور ان کی طرف سفیر بھیجے۔ شاہ روم کو بھی چٹھی بھیجی جو دحیہ بن خلیفہ لے کر گئے تھے۔ بادشاہ نے تحقیق حال کے لیے ابوسفیان جو اتفاق سے اپنے تجارتی سفر کے دوران اس وقت وہاں تھے گواہی کے لیے طلب کیا۔

ابوسفیان نے شاہِ روم کے سامنے آپ کے اعلیٰ اخلاق کا اعتراف کیا تھا اور کہا کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا نہ اس کو کبھی جھوٹ کی تہمت لگائی گئی۔

نمبر ۱۰ **ام معبد**:۔ غارِ ثور سے نکلنے اور سراقہ بن جعشم کے تعاقب کے واقعہ کے بعد حضور ام معبد کے خیمہ میں ستانے کے لیے ٹھہرے ان کی بیمار بکری کو تین مرتبہ دوہا۔

آپ کے وہاں سے چلے جانے کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا برتن بھرا ہوا دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے ام معبد نے کہا کہ ابھی ابھی ایک بابرکت شخص آیا تھا یہ دودھ اس کے قدوم کا نتیجہ ہے اس نے کہا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی اچھا تم ذرا اس کی توصیف تو کرو

ام معبد نے آپ کا حلیہ مبارک بڑے شاندار الفاظ میں بیان کر دیا اس میں آپ کے اخلاق کی بھی تعریف کی۔ اس نے کہا کہ آپ حسن الخلق۔ پسندیدہ اخلاق والے ہیں۔

اجمل الناس وابھاھم من بعید واحسنہ واحلاہ من قریب
حلو المنطق محفود محشود، لا عابس ولا متغد

دور سے حسین و دلفریب قریب سے شیریں نظر آنے والا۔ شیریں کلام۔ مخدوم مطاع نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔

ام معبد کی تعریف کافی لمبی ہے میں نے اس میں چند الفاظ نقل کئے ہیں۔

نمبر ۱۱ فتح مکہ سے قبل ابوسفیانؓ کا اعتراف

جس روز حضور مکہ کو فتح کرنے کے لیے آگے بڑھنے والے تھے تو مکہ سے باہر حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے آپ کے اعلیٰ اخلاق کی ان الفاظ میں تعریف کی۔

میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپ کس قدر حلیم۔ کریم اور وصل کرنے والے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان کو کہا کہ تم حضور کی خدمت میں جا کر وہی الفاظ کہو جو برادران یوسفؑ نے ان کو کہے تھے مجھے یقین ہے کہ تمہاری رہائی ہو جائے گی چنانچہ وہ حضور کے سامنے گئے اور کہا۔

تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخطئین (یوسف ۹۱)

بخدا کچھ شک نہیں کہ تم کو اللہ نے ہم پر بڑی برتری دلا دی اور بے شک ہم قصوروار تھے رسول خدا نے جواب دیا

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین (یوسف ۹۲)

اب تم پر کچھ الزام نہیں یعنی میں نے معاف کیا خدا تمہارے قصور معاف فرما دے اور وہ سب

نہ بانوں سے بڑا مہربان ہے۔

نمبر۱۲ قریش کا اعتراف

مکہ فتح ہوا۔ حرم شریف قریش سے بھر گیا وہ قطاروں کے اندر بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ کہ اب آپ ان سے کیا سلوک کرتے ہیں۔

آپ نے در بیت اللہ کے دونوں اطراف پکڑ کر کھڑے ہوتے خدا تعالیٰ کی حمد کی اسلام کی تعلیمات بیان کیں اور فرمایا

اے گروہِ قریش تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا۔

تم شریف بھائی (کریم) اور شریف بھائی کے بیٹے ہو۔

یعنی ہمیں آپ سے اچھی توقعات ہیں

آپ نے فرمایا آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم آزاد ہو یہ وہ لوگ تھے کہ جب تک ان کا بس چلا انہوں نے آپ کو ہر طرح تنگ کیا آپ مکہ چھوڑ کر ۴۵۰ کلو میٹر پرے چلے گئے۔ وہاں بھی آپ کو چین نہ لینے دیا لیکن آپ نے اخلاق وعفو کی اعلیٰ او ناقابلِ تقلید مثال قائم کر دی

ادائیگیِ حقوق

عالم انسانیت میں آپ کی ہی مثال ایسی ہے کہ آپ جب فوت ہوئے تو کسی بھی فرد کا کوئی حق آپ کے ذمہ نہ تھا۔ آپ نے پوری زندگی اس کا کیسا اہتمام کیا کہ آپ کے ذمے کسی کا کوئی قرض یا کسی بھی احسان کا بدلہ باقی نہ رہا تھا ابن سعد نے طبقات کبیر میں ابن ابی موسیٰ کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے حکم سے ایک شخص نے صدا لگائی " نبی کریمؐ نے اگر کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو یا آپ پر کسی کا قرض رہ گیا ہو تو وہ میرے پاس آ جائے"۔

پھر یہ منادی ۳۲ سال تک حضرت علیؓ کے حکم سے ہر سال منیٰ میں جمرۂ عقبیٰ کے قریب ہوتی رہی۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ کے حکم سے یہ منادی ہوتی رہی اس کے بعد حضرت حسینؓ نے بھی اپنی زندگی تک اسی معمول کو جاری رکھا لیکن اس تمام عرصہ میں کسی بھی

آدمی نے کسی حق کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہاں البتہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کے احسانات کا بدلہ میں ادا نہیں کر سکا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان احسانات کا اجر و بدلہ دنیا میں دیا جانا غالباً ممکن نہ تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بارے میں فرمایا ہے ان اجری الا علیٰ رب العالمین ہمیں تم سے کیا لینا خدا تعالیٰ ہی اجرت دے گا۔

تحفہ کے جواب میں تحفہ

نبی صلعم نے فرمایا ہے ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے آپ کا اپنا عمل ہمیشہ یہ رہا کہ تحفہ و ہدیہ کے بدلہ میں اس سے بہتر چیز دیا کرتے تھے مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلعم کو ایک نوجوان اونٹ تحفہ دیا آپ نے اس کو چھ اونٹنیاں تحفہ دیں

بوڑھی عورت کی تکریم

بروایت حضرت عائشہؓ ایک بوڑھی عورت آپؐ کے پاس آئی آپؐ نے بڑی توجہ اور عنایت سے اس کا حال پوچھا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا آپ نے ایک بڑھیا پر اس قدر توجہ فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا یہ عورت خدیجہؓ کے زمانہ میں آیا کرتی تھی اور ان سے اس کی ملاقات تھی میں ان تعلقات کو قائم رکھتا ہوں کہ یہ ایمان و اخلاق کی نشانی ہے۔

احادیث میں ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ کو سر راہ روک کر دیر تک باتیں کر لیتی تھی۔

سائلوں سے سلوک

امام رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں۔ ایک بار نبی صلعم دو یا ایک وقت کے فاقہ سے تھے حضرت عثمانؓ نے محسوس کر لیا اور جلدی سے بازار سے انگور لے کر ایک تھال میں رکھ کر پیش کئے۔ اسی وقت ایک سائل نے سوال کر دیا۔ آپؐ نے انگور اس کو دے دیئے حضرت عثمان دوبارہ انگور لے کر آئے پھر تیسری مرتبہ لے کر آئے ہر مرتبہ سائل آکر سوال کر دیتا اور آپ انگور باہر بھیج دیتے۔ جب تیسری بار بھی ایسا ہوا تو حضرت عثمانؓ گویا ہوئے۔ حضورؐ

ایک ہی سوالی ہے جو بار بار آرہا ہے اور میں ہر مرتبہ اسی سے انگور خرید کر لاتا رہا ہوں۔ آپ باہر آئے اور اس کو صرف اتنا کہا "أنت سائل او بائع" تم سوالی ہو یا بیوپاری ہو؟"

ایک مرتبہ نبی صلعم حضرت بلال رضؓ کے گھر گئے انہوں نے ایک سوالی کو کچھ دیئے بغیر واپس کر دیا۔ حضورؐ اندر گئے تو دیکھا کہ کچھ کھجوریں رکھی ہیں آپؐ نے حضرت بلال رضؓ کو فرمایا

ردت السائل وھذا التمر عندك۔

تمہارے پاس یہ کھجوریں رکھی ہیں اور تم نے سائل کو محروم واپس کر دیا ہے۔ حضرت بلال نے کہا آج میرا روزہ ہے اور یہ چند دانے محض افطار کے لیے ہیں۔ آپ نے فرمایا کچھ بھی ہو اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تم سے راضی رہے تو تم سائل کو خالی واپس نہ کرو

مشورہ میں دیانت داری

ایک مرتبہ نبی صلعم کے پاس فاطمہ بنت قیس مشورہ کے لیے آئیں اور فرمایا کہ دو آدمی ابوجہم رضؓ اور معاویہ رضؓ مجھ سے نکاح کے خواہش مند ہیں آپ بتائیں میں کس سے نکاح کروں۔ آپ نے فرمایا ابوجہم رضؓ کے کندھے پر ہر آن ڈنڈا ہوتا ہے عورتوں کو بہت مارنے والا ہے اور معاویہ رضؓ کنجوس ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ فاطمہ رضؓ کو اس عقد میں بڑی خیر و برکت ہوئی

خرید و فروخت میں حضور کا تحمل و بردباری

آپؐ نے ایک مرتبہ ایک اعرابی سے کچھ عجوہ کھجوروں کے عوض ایک اونٹ کا سودا کر لیا۔ گھر آئے تو کھجوریں اتنی مقدار میں موجود نہ تھیں کہ کافی ہوتیں آپ نے اس بدوی سے معذرت کی۔ اس نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ یہ کیسی بے وفائی ہے؟ یہ کیسی دغابازی ہے؟ لوگوں نے بدوی کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ حضور کی شان میں گستاخی نہ کر لیکن وہ واویلا کرتا رہا آپ نے خویلہ بنت حکم کے ہاں سے عجوہ کھجوریں بطورِ قرض منگوا کر اس کو دیں اور وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا (مسند احمد)

جانوروں سے آپ کا حسنِ سلوک

انسانوں سے ہی آپ کا سلوک بے مثال نہ تھا بلکہ جانوروں سے بھی آپ کا سلوک بہترین

اور مشفقانہ تھا۔

آپ نے فرمایا ہے کہ ہر جاندار کے ہم پر حقوق ہیں حتیٰ کہ چیونٹی اور مکھی وغیرہ کے بھی ہم پر حقوق ہیں۔

جانوروں کو بھوکے پیاسے رکھنے سے منع کیا۔ ان کے تھکنے سے پہلے سواری ختم کرنے کا حکم دیا ہے ایک انصاری صحابی کے اونٹ نے حضور سے فریاد کی تھی اور آپؐ نے ان کو حکم دیا تھا کہ کام اس کی طاقت کے مطابق لیا کرو اور خوراک پوری دیا کرو۔

آپ نے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ جو مسلمان اپنے گھوڑے کے لیے دانہ صاف ستھرا کرکے اس کو کھلائے تو اللہ ہر دانے کے عوض اس کے لیے ایک نیکی لکھے گا آپؐ نے جانوروں کو خواہ مخواہ دوڑانے سے منع کیا ہے جانور پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے آپ نے روکا ہے۔ بیمار اور زخمی جانور پر سواری کی ممانعت فرمائی ہے جانوروں کو آپس میں لڑانا منع ہے پرندوں کو ان کے گھونسلوں سے نکالنا منع ہے جانوروں کو نشانہ بازی کی مشق کے لیے استعمال کرنا ممنوع ہے زندہ جانور کو جلانا حرام ہے۔ مرغ کو گالی دینے سے آپ نے منع کیا ہے کہ وہ صبح کی نماز کے لیے بیدار کرتا ہے آپ کی اونٹنی قصویٰ آپ سے اس قدر مانوس تھی کہ آپ کی رحلت کے بعد اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور جلدی ہی جان دے دی۔

تواضع

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ نبی صلعم کی ہیبت اور رعب سے کانپنے لگ گیا آپ نے اس کو فرمایا۔

هون عليك، فاني لست بملك انما انا ابن امراة من قريش تاكل القديد (بخاری)

کچھ پرواہ نہ کرو اور خوف نہ کھاؤ۔ میں بادشاہ نہیں، میں قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

دشمنوں پر رحم وعفو

مکہ سے آپ کی نقل مکانی کے بعد اس قدر قحط پڑا کہ لوگوں نے مردار ہڈیاں بھی کھالیں

ابو سفیان جو کہ اس وقت غالی دشمن تھا آپ کی خدمت میں آیا اور دعا کی درخواست کی آپ نے دعا کی اور خوب بارش ہوئی۔

اس کے علاوہ آپ نے ثمامہؓ بن اثال کو حکم دیا تھا کہ مکہ والوں کو نجد سے غلہ کی فراہمی جاری کرے اس نے مسلمان ہونے کے بعد قریش کو غلہ بھیجنا بند کر دیا تھا اس لیے مکہ والے سخت مصیبت میں تھے۔

ایک دفعہ آپ ایک درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے آپ کی تلوار ایک شاخ کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔ غورث بن الحارث آیا۔ تلوار نکال کر آپ کو گستاخانہ طریقہ سے بیدار کیا اور پوچھا اب تم کو کون بچائے گا ؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ وہ چکرا کر گرا۔ اب حضور نے تلوار اٹھالی اور پوچھا اب تجھے کون بچا سکتا ہے ؟ وہ حیران ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔

ہبارؓ نے حضورؐ کی بیٹی زینبؓ کو نیزہ مارا تھا اور وہ ہودا ج سے نیچے گر گئی تھیں ان کا حمل گر گیا۔ اسی صدمہ سے ایک سال تک بیمار پڑی رہیں اور فوت ہو گئیں ہبار نے معافی کی التجا کی اور آپؐ نے اس کو معاف کر دیا

اسی طرح بے شمار دوسرے دشمنوں کو آپ نے معاف کر دیا اس کی تفصیل کیلئے ایک بہت بڑا دفتر بھی ناکافی ہے۔

مسلمان آج دنیا کے اندر ذلیل ہو رہے ہیں اس کی کئی وجوہات ہیں ان میں سے اہم وجہ یہ ہے کہ ہم نے رسول اکرمؐ کے اخلاق، آپ کی عادات اور آپ کی تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے آج بھی ہم اخلاقِ نبویؐ کو اپنا لیں تو دنیا کے اندر عزت کا مقام حاصل کر سکتے ہیں اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا کرے۔